از ڈاکٹر محمد حنیف پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

حیات و آثار میاں محمد عمر چمکنی رح

زیر نظر مقالہ میں فاضل مقالہ نگار نے اس طویل الذیل مباحث پر مشتمل مقالہ کی تلخیص کی ہے۔ جن پر انہیں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری دی گئی ہے

پختون خوا کی تاریخ میں مذہبی اور علمی اعتبار سے حضرت اخوند درویزہؒ (المتوفی ۱۰۴۸ھ ۱۶۳۸ء) خوشحال خان خٹک (المتوفی ۱۱۰۱ھ ۱۶۸۹ء) اور حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ (المتوفی ۱۱۹۰ھ ۱۷۷۶ء) کے خاندان کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نقطۂ نظر اور دائرہ کار کے اندر نمایاں کام انجام دیے۔ مگر حضرت میاں صاحب چمکنی کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ زندگی کے کسی خاص شعبہ کے ساتھ اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا۔ بلکہ مذہب۔ سیاست۔ علم و ادب اور رفاہِ عامہ ہر میدان میں نمایاں کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بارھویں صدی ہجری میں دین متین کی خدمت کے لئے سرزمین ہند میں جس طرح ولی اللہی خاندان کو منتخب فرمایا تھا اسی طرح یہ کام سرزمین سرحد میں حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے خاندان کے حصے میں آیا۔

اس دور میں خادم دین کی حیثیت سے یہاں جن بزرگوں کا نام لیا جا سکتا ہے ان میں سے حضرت میاں صاحب چمکنی بہت اہم اور نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔

آپ کا نام محمد عمر والد بزرگوار کا نام ابراہیم اور دادا کا نام کلاخان تھا[1]۔ پشاور شہر سے مشرق کی جانب سات میل دور واقع ایک گاؤں "چمکنی" میں سکونت کی مناسبت سے میاں صاحب چمکنی کے نام سے مشہور تھے

---

[1] شمس الہدیٰ (قلمی عربی) از میاں محمد عمر چمکنی ۱۱۸۳ھ ص ۱۷۔ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور۔ توضیح المعانی (قلمی پشتو منظوم) از میاں محمد عمر چمکنی ص ۷ کتب خانہ مولانا فضل صمدانی مرحوم بہانہ ماڑی پشاور شہر۔

آپ نسبتاً افغانی[1]۔ مولداً فرید آبادی[2]۔ مسکناً پشاوری[3]۔ مذہباً حنفی[4]۔ طریقۃً نقشبندی[5]۔ استفادۃً اویسی[6] اور مشرباً محمدی[7] تھے۔ اور صوبہ سرحد کے شمال میں واقع قبائلی علاقہ باجوڑ میں آباد سربنی افغانوں کی شیخی خیل شاخ کے مشہور قبیلہ "ترکانی" کی ایسوزی شاخ کے موسیٰ خیل خاندان سے تعلق رکھتے تھے[8]۔ حدود ۱۰۸۴ھ / ۱۶۷۳ء کو صفر المظفر[9] کے مہینے میں جمعۃ المبارک کی صبح کو[10] لاہور میں[11] دریائے راوی کے کنارے آباد بھٹی قبیلہ کے

---

[1] المعانی (قلمی فارسی) از میاں محمد عمر چمکنی (۱۱۰۵ھ) ص ۱۲ کتب خانہ مہابہ ناظری پشاور۔ توضیح المعانی ص ۶، ۷

[2،3] توضیح المعانی ص ۵، ۶ [4،5] ایضاً ص ۱۰ [6] توضیح المعانی ص ۱۱۔ طریقہ اویسیہ حضرت اویس قرنی المتوفی ۳۷ھ کی جانب منسوب ہے کیونکہ انہوں نے غائبانہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس بنا پر اویسی کی دو طرح سے تعبیر ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کوئی ولی اللہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرے یا یہ کہ کوئی ولی کسی دوسرے ولی کی روح سے غائبانہ طور پر فیض یاب ہو جاتے۔ دونوں صورتوں میں ایسے بزرگ کو تصوف کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

طریقت کے مشائخ کبار فرماتے ہیں کہ اویسی اولیاء کرام کو ظاہر میں کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء حق میں سے کسی دوسرے ولی کی روح اپنے آغوش عنایت میں پرورش دیتی ہے۔ اور یہ بہت اعلیٰ وارفع مقام ہے (ملاحظہ ہو "الفج العمیق" (قلمی فارسی و عربی) از مولانا شیر محمد پشاوری (شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) ص ۴۹، ۲ کتب خانہ ریکارڈ آفس پشاور۔ ہمعات از حضرت شاہ ولی اللہ ہمعہ ۱۱۔ نفحات الانس از مولانا عبدالرحمٰن جامی (اردو ترجمہ از حافظ سید احمد علی چشتی) مطبوعہ تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۵ء ص ۱۹

[7] المعانی ص ۱۲۔ صوفیائے کرام کے نزدیک اقسام ولایت میں ایک قسم ولایت محمدی ہے جو فناء لطیفہ اخفیٰ سے عبارت ہے جو سالک لطیفہ اخفیٰ کی ولایت کی راہ سے واصل ہوتا ہے اسے محمدی المشرب کہتے ہیں۔ محمدی المشربیت سارے مراتب کا جامع اور نہایت عالی مقام ہے اور اس مقام پر فائز سالک متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے (ملاحظہ ہو حالات مشائخ نقشبندیہ از محمد حسن نقشبندی مطبوعہ احسن المطابع مراد آباد ۱۳۲۲ھ ص ۱۳۱۔ ہدایت السالکین از ابوسعید (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) طبع لاہور ۱۹۱۲ء ص ۲۴) [8] شمس الہدیٰ ص ۱۷۔ نور البیان (قلمی پشتو منظوم) از شیخ نور محمد ۱۱۹۸ھ ص ۴۵۔ کتب خانہ صاحبزادہ عبدالشکور موضع ملا منصور اٹک [9] روحانی تڑون ص ۵۵، [10] نور البیان ص ۲ [11] نور البیان ص ۱۹ رسالہ شجرہ نسب (قلمی پشتو منظوم) از صاحبزادہ احمدی بن حضرت میاں صاحب چمکنی ۱۲۲۳ھ ص ۶

قدیم موروثی شہر[1] فرید آباد میں تولد ہوئے۔

باجوڑ سے حضرت کلاخان کی ہجرت اور لاہور میں ورود

آپ کے دادا حضرت کلاخان اپنے دور کے مشہور بزرگ[2] اور قبائلی سردار تھے[3]۔ اس وقت اس پورے خطہ میں کوئی منظم حکومت قائم نہ تھی آئے دن انقلابات اور قبائلی کش مکش کی وجہ سے ہر جگہ افراتفری اور بدامنی کا دور دورہ تھا۔ سیاسی فضا انتہائی مکدر تھی اور کسی کو سکون میسر نہ تھا۔ حضرت کلاخان اس انتشار و فساد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ انہوں نے یہاں کے حالات سے بددل ہو کر گوشۂ عافیت کی تلاش میں ہندوستان کا رخ کیا[4]۔ جب آپ لاہور پہنچے تو علماء و فقراء کے قدردان بادشاہ شاہجہان[5] (المتوفی ۱۰۷۶ھ ۱۶۶۵ء) کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ نہایت عقیدت و احترام سے ان کا خیر مقدم کیا۔ بڑی خاطر مدارات کی۔ شاہانہ عنایات سے نوازا۔ اور فرید آباد بطور جاگیر عنایت کیا۔ حضرت کلاخان نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اور سکون و اطمینان اور عزت و وقار کے ساتھ ایام زندگی بسر کرنے لگے[6]۔

لاہور میں بہت جلد ان کی بزرگی کا چرچا ہوا۔ عوام و خواص ان کے ہاں عقیدت مندانہ حاضری دینے لگے ان کی ولایت اور علم و عرفان کی اتنی شہرت ہوئی کہ تاجدار ہند شاہ جہان اور ولی عہد دارا شکوہ بھی ان کے حلقۂ معتقدین میں شامل ہو گئے[8]۔

یہاں سکونت کے دوران جناب کلاخان حسینی سید حضرت سید محمد گیسو دراز کے خاندان کی[9] ایک پاک دامن اور عفت مآب خاتون[10] کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ جن کے ہاں بعد میں حضرت میاں صاحب چمکنی کے والد بزرگوار حضرت ابراہیم خان پیدا ہوئے[11]۔

سفر باجوڑ اور حضرت کلاخان کی شہادت

حدود ۱۰۷۷ھ ۱۶۵۵ء[12] میں اپنے اہل قبیلہ کے ساتھ ملاقات کی غرض سے حضرت کلاخان اپنے وطن مالوف باجوڑ کی جانب روانہ ہوئے۔ مگر جب علاقہ یوسف زئی پہنچے تو دنبیر کے انتہائی جنوب میں واقع مندنڑ قبیلہ کے) کلان نامی گاؤں کے قریب انہیں شہید کر دیا گیا[13]۔

---

[1] تاریخ پنجاب (قلمی فارسی) از آفتاب شاہ علوی ص ۲۵ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور [2] رسالہ شجرہ نسب ص ۲

[3] توضیح المعانی ص ۱۰۔ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [4] روحانی تڑون ص ۷۰۸ [5] رسالہ شجرہ نسب ص ۳۔ توضیح المعانی ص ۵ [6] رود کوثر ص ۲۴۷ [7] توضیح المعانی ص ۵۔ شجرہ نسب ص ۴ [8] رسالہ شجرہ نسب ص ۶

[9] المعانی ص ۱۲۔ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [10] رسالہ شجرہ نسب ص ۲ [11] ایضاً [12] روحانی تڑون ص ۷۵۹

[13] توضیح المعانی ص ۵ تا ۷

ابراہیم خان اس سفر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ تھے کہ دوران سفر یہ المناک واقعہ پیش آیا۔ جناب کلا خان کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ ابراہیم خان باجوڑ میں چند دن قیام کے بعد اپنے اعزہ و اقارب کے پاس فرید آباد تشریف لے گئے[1]

کارخانۂ قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے۔ ان دنوں پشاور میں ایسا زبردست قحط پڑا جس نے بڑے بڑے متمول اور صاحب جائیداد لوگوں کو بھی ترک وطن پر مجبور کر دیا۔ ان تارکین وطن میں ایک صاحب سعید خان چغہ خیل بھی تھے جو اپنے گاؤں چمکنی سے جا کر فرید آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں قیام کے دوران ابراہیم خان کے ساتھ ان کے تعلقات استوار ہوئے جس کے نتیجے میں اپنی صاحبزادی سے ابراہیم خان کا نکاح کر دیا۔[2]

ابراہیم خان کی وفات پر حضرت میاں صاحب چمکنی کی پشاور آمد

حضرت ابراہیم خان اہل السنۃ والجماعۃ کے پیرو کار عالم[3] صاحب کمال صوفی[4] اور نجیب الطرفین بزرگ تھے[5] آپ کا سایۂ شفقت دیر تک قائم نہ رہ سکا چنانچہ ابھی حضرت میاں صاحب چمکنی اور آپ کے دوسرے دو بھائی محمد موسیٰ اور محمد عیسیٰ صغیر السن تھے کہ ابراہیم خان فرید آباد میں انتقال کر گئے[6] اس وقت سعید خان واپس پشاور آ چکے تھے۔ لہٰذا جب اپنے داماد ابراہیم خان کی وفات کی خبر ملی تو فوراً فرید آباد جا کر اپنی صاحبزادی۔ نواسوں اور دوسرے لواحقین کو چمکنی لے آئے[7] جس کے بعد حضرت میاں صاحب یہاں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔

اکتساب علم اور سلوک و طریقت

آپ سات آٹھ برس کی عمر تک فرید آباد میں رہے[8] جہاں پر آپ نے صرف اکیس پارے تک قرآن کریم پڑھنے کا ذکر کیا ہے[9] والد کی وفات کے بعد چمکنی میں قیام پذیر ہوئے۔ چونکہ ابتداء ہی سے سلوک و طریقت کا شوق غالب تھا[10] اس لئے اپنا بیشتر وقت علماء و صلحا کی صحبت میں گزار کر تزکیہ نفس کی سعی فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ طریقے پر علوم متداولہ کی تحصیل نہ کر سکے۔ اپنی کتاب المعانی کے مقدمہ میں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:-

"علوم ظاہری کی تحصیل کے لئے فرصت اس لئے میسر نہ ہوئی کہ اہل السنت والجماعت کے اس دعا گو نے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے اپنی عمر گراں مایہ سیر الی اللہ۔ سیر مع اللہ۔ سیر فی اللہ اور سیر من اللہ میں گذاری اور خدا کا ہزار بار شکر ہے کہ اس کی عطائے غیر مجذوذ کی بدولت توحید شہودی

---

[1] توضیح المعانی ص ۷ [2] ایضاً [3] شمس الہدیٰ ص ۱۷ [4] رسالہ شجرہ نسب ص ۱۔ توضیح المعانی ص ۱۰۔ نور البیان ص ۴۵ [5] رسالہ شجرہ نسب ص ۶ [6] توضیح المعانی ص ۵، ۶ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [7] توضیح المعانی ص ۷۔ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [8] نور البیان ص ۴۷ [9] مقدمہ المعانی ص ۱۲ [10] توضیح المعانی ص ۲۲ رسالہ شجرہ نسب ص ۷

کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہوئی جس کے بعد خداوند تعالیٰ کے سرِ مکتوم کے چشمہ سے علوم کے وہ سمندر ظاہر ہوتے کہ دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ قلم ان کو قیدِ تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔ اور دعاگو نہیں جانتا کہ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر کس طرح ادا کرے"[۱]

---

[۱] مقدمہ المعالی صہ ۱۲۔ جب اللہ کے ذکر کی مواظبت اور ریاضات و مجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورت طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت قلب پر بلا واسطہ اسباب ظاہری تحصیل و سماع وغیرہ کے کچھ اسرار و علوم شریفہ کا ورود و القا ہونے لگتا ہے۔ اس علم کو علم لدنی اور علم وہبی کہتے ہیں۔ (التکشف از مولانا تھانوی مطبوعہ دہلی ۱۳۲۷ھ صہ ۳۲۸ تا ۳۳۰)

اس علم کو علم باطن بھی کہتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث دونوں سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ " وعلمناہ من لدنا علماً " کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

یہ تعلیم ممکن ہے کہ بواسطہ وحی ہو یا بواسطہ الہام اور یہ الہام انبیاء اور غیر انبیاء سب کو ہوتا ہے۔ اور یہ آیت اصل ہے۔ اثبات علم لدنی میں (بیان القرآن سورۂ کہف (۱۸) ایضاً ملاحظہ ہو روح المعانی سورہ کہف آیت ۶۰)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا او قلتِ کلام اس کو عنایت ہوا ہے تو اس سے نزدیک رہا کرو کیونکہ اس کو حکمت یعنی اسرار وہبیہ کی تعلیم و تلقین من جانب اللہ ہوا کرتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے علم اسرار غیر منقولہ کا اثبات ہوتا ہے۔ اور اس کو علم لدنی کہتے ہیں جس کا عطا ہونا اہل اللہ کو بکثرت و بہ تواتر منقول ہے۔ (التکشف صفحہ ۳۳۶)

علم لدنی کے حصول میں اسباب ظاہری کا کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ صرف خدا کے فضل و احسان اور مشیت پر اس کا انحصار ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار المتوفی ۸۹۰ھ فرماتے ہیں کہ:۔

علم لدنی وہ علم ہے جو کسب و علم پر منحصر نہ ہو بلکہ بلا کسب و عمل اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی عنایت سے بے علت سے اس علم سے مشرف فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا "وعلمناہ من لدنا علماً"۔ (رشحات عین الحیاۃ قلمی از واعظ کاشفی، صہ ۲۶۷ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد مولانا شیر محمد لیث وری لکھتے ہیں۔ کہ

علم لدنی وہ علم ہے جو عقلی دلائل اور نقلی شواہد کے بغیر صرف تعلیم و تفہیم الٰہی کے ذریعے اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ "ہم نے اس کو اپنی طرف سے علم خاص عطا فرمایا۔ الفج العمیق صہ ۵۱۲

حضرت شیخ سعدی لاہوری کے ساتھ ربط و تعلق

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے جن حضرات سے روحانی فیض حاصل کیا ان میں حضرت شیخ سعدیؒ لاہوری (المتوفی ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۶ء) اور سراعظم مولانا شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ حضرت جی اٹک ۔ المتوفی حدود ۱۱۲۶ھ ۔ ۱۷۱۴ء ۔ کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ آپ کا ابتداء ہی سے حضرت سعدی کے ساتھ روحانی رابطہ قائم تھا خود فرماتے ہیں کہ ایک دن کتاب " رشحات عین الحیاۃ[۱] " میرے ہاتھ میں تھی اور میں خواجہ عبید اللہ احرار (المتوفی ۸۹۵ھ) کے احوال و

---

[۱] رشحات فارسی علی بن حسین واعظ کاشفی (المتوفی ۹۳۹ھ) کی تالیف ہے اس کا سن تالیف ۹۰۹ھ ہے یہ کتاب خواجہ عبید اللہ احرار کے مناقب و ملفوظات پر مشتمل ہے جس کے ضمن میں دوسرے خواجگان نقشبندیہ کے حالات بھی درج ہیں ۔

بقیہ حاشیہ ص

اس کی ایک نمایاں مثال شیخ ابن العربی کی ذات گرامی ہے جس کے قلب و ذہن کو خداوند تعالیٰ نے اس علم خاص کے انوار سے منور فرمایا تھا شیخ عبد الوہاب شعرانی ان کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

وہ ابتداء میں کسی عرب بادشاہ کے ہاں میر منشی تھے پھر اچانک ایک واقعہ ایسا رونما ہوا جس کے نتیجے میں وہ صحرا کی جانب چل پڑے ۔ اور ایک پرانی قبر میں اتر گئے ۔ کچھ مدت کے بعد قبر سے نکل آئے ۔ اور یہی علوم بیان کرتے تھے جو ان سے منقول ہیں ۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر (قلمی) از شیخ عبد الوہاب شعرانی ص ۸ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور)

شیخ صلاح الدین فرمایا کرتے تھے کہ :۔

من اراد ان ینظر الی کلام اھل العلوم اللدنیہ فلینظر فی کتب الشیخ ابن العربی	جو شخص اصحاب علوم لدنیہ کا کلام دیکھنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ شیخ ابن العربی کی کتابوں کا مطالعہ کرے

(الیواقیت والجواہر ص ۸)

غرضیکہ علم لدنی حق ہے اور اس سے انکار کرنا درست نہیں ۔ حضرت مولانا تھانویؒ منکرین علم لدنی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

اہل تقشف بے سمجھے بوجھے انکار کر کے اس شعر کا مصداق بنتے ہیں ۔

وکم من عائب قولاً صحیحاً　　　وآفتہ من الفہم السقیم

یعنی اکثر ایک عیب جو درست بات میں عیب نکالتا ہے اور اس کی یہ مصیبت دافت اس کی فہم سقیم کی وجہ سے ہوتی ہے

(التکشف ص ۳۲۸ ، ۳۲۹)

خوارق کے مطالعہ میں مشغول تھا۔ کہ اچانک غیبت[1] کی حالت طاری ہوگئی۔ اس حالت غیبت میں میں نے دیکھا کہ خواجہ موصوف دو اور آدمیوں کے ساتھ ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھ کر اٹھے اور بے حد پیار و محبت کا اظہار کیا۔ اس دوران ان دو ساتھیوں میں سے ایک نے حضرت خواجہ عبید اللہؒ سے مخاطب ہو کر کہا کہ

ایں جواں را مرید خود کنید۔ اس جوان کو اپنا مرید بنائیے۔

حضرت خواجہ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

ایں مرید شیخ سعدی است۔ ایں جا دست تصرف ما کوتاہ است۔	یہ شیخ سعدی کا مرید ہے اور ہم یہاں دخل دینے سے قاصر ہیں۔

حضرت سعدی لاہوری جب پہلی بار ۱۰۹۹ھ ۱۶۸۷ء میں پشاور تشریف لاتے تو آپ نے پہلی بار عقیدت مندانہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضری دی[2]۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً ان کی صحبتوں سے استفادہ کرتے رہے[3]۔ حضرت سعدی بھی آپ کے ساتھ نہایت پیار و محبت سے پیش آتے اور آپ کو اپنے سینہ بے کینہ کے بے پایاں عنایات و نوازشات سے بہرہ مند فرمایا تھا[4]۔

مولانا شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہونا

۱۱۰۸ھ میں حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کا وصال ہوگیا تو آپ ان کے جلیل القدر خلیفہ شیخ محمد یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے[5]۔ جب حدود ۱۱۲۶ھ میں آپ کے مرشد نے وفات پائی تو اس کے بعد آپ "چمکنی" میں مسند ارشاد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور تا دم آخر دعوت و تبلیغ اور اصلاح و ارشاد میں مصروف رہے۔

عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ

حضرت میاں صاحب ایک شب زندہ دار۔ زاہد و عابد اور مرتاض و متقی بزرگ تھے[6]۔ دن کے وقت آپ مخلوق خدا کے ارشاد و ہدایت میں مصروف رہتے اور رات کا اندھیرا چھا جاتا تو "والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاماً" کے مصداق ساری رات خدا کے ساتھ راز و نیاز میں گذارتے۔ آپ کا زیر زمین عبادت خانہ آج تک موجود ہے جو آپ کی ریاضت و عبادت اور زہد و تقویٰ پر زبان حال سے

---

[1] کسی وارد قلبی کے غلبہ و ہجوم سے حواس بشریہ کا معطل ہونا اصطلاح تصوف میں غیبت و محو کہلاتا ہے (رسالہ قشیریہ از ابوالقاسم قشیری مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد۔ اشاعت اول ۱۹۷۰ء صہ ۱۲۵، ۱۲۶)۔ والتکشف صہ ۴۹۸ ۵۰۸ - ۶۵۹ [2] ظواہر السرائر (قلمی فارسی) از میاں محمد عمر چمکنیؒ ۱۱۱۲ھ صہ ۲۳۱ [3] ظواہر صہ ۵۰۳ - ۵۰۴ ۵۰۷ - ۶۹۳ [4] ظواہر صہ ۷۱۸ - توضیح المعانی صہ ۲۲۶۲۰ [5] ظواہر صہ ۶۳۹ - توضیح المعانی صہ ۲۲۶۲۰ [6] نورالبیان صہ ۲۲، ۷۸ معرفت از محمد عباس قادریہ طبع پشاور صہ ۱۱۳، ۱۱۴

گواہی دے رہا ہے۔

حُبِّ دنیا سے اجتناب اور قناعت و استغناء | خداوند تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف علم و عرفان کی دولت سے مالامال فرمایا تھا بلکہ بے حساب دنیاوی مال و منال بھی عطا فرمایا تھا۔ اس کے باوجود آپ کا دل ہمیشہ دنیا کی محبت سے خالی رہا۔ خود دنیا سے کنارہ کش رہتے اور دوسروں کو بھی حبِ دنیا سے احتراز کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔[1] آپ کہا کرتے کہ:

"نہ تو میں نے کبھی خدا سے دنیا طلب کی ہے اور نہ کبھی دل میں اس کی تمنا ہوئی۔"[2]

تکبر و انانیت سے گریز | آپ کی زندگی فقیرانہ اور متوکلانہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر و انانیت مومن کی شان توکل کے خلاف اور خداوند تعالیٰ کے غیظ و غضب کا موجب ہے خود بینی و خود نمائی سے احتراز اور تسلیم و رضا کی تاکید کرتے ہوئے اپنی کتاب "المعالی" میں لکھتے ہیں کہ[3]

"نفس پروری، خود پرستی اور خود نمائی سے نکل کر پوری امید کے ساتھ خداوند تعالیٰ پر توکل کرو کیونکہ یہی حق پرستوں کی نمایاں شان ہے۔ اور یہی ان کا شیوہ ہے اور حضرت حق جل شانہ کی ذات پر یہی تکیہ و توکل تیرے دونوں جہانوں کے امور کے لئے کافی ہے۔" ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ "

اتباع سنت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت میاں صاحب چمکنیؒ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے[4] اور آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ

"انسان کو چاہئے کہ وہ محبت میں ایسا مستغرق ہو کہ اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں سب کچھ نثار کرکے پروانہ وار جان کی بازی لگانے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔"[5]

آپ فرماتے ہیں کہ رضائے الٰہی کے حصول کی راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کو اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے[6] اور تمام امور میں قولاً، فعلاً، حالاً اور عرفاناً متابعت رسولؐ لازمی ہے یہی مشرب سلیم اور خداوند تعالیٰ کے قرب کا اصل ذریعہ ہے۔[7]

جود و سخا اور تواضع و خاکساری | آپ سلوک و طریقت میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے زیادہ متاثر تھے[8] لہٰذا سخاوت و فیاضی میں بھی انہی کے نقش قدم پر گامزن رہے۔ آپ بڑے سخی الطبع اور دریا دل بزرگ تھے[9] صبح و شام ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے گرد جمع رہتے۔ اور آپ کے لنگر خانہ سے انواع و

---

۱ نور البیان ص ۴۱، ۵۰ ۲ مناقب از مسعود گل ص ۹۹ ۳ ملاحظہ ہو المعالی ص ۳۹، ۴۰

۴ مناقب از مولانا دادین ص ۲۷ ۵ المعالی ص ۲۱۷ ۶ شمس الہدیٰ ص ۳ ۷ المعالی ص ۹۹، ۱۸۳

۸ جواہر الاسرار ص ۵۳۸، ۵۴۱ ۹ نور البیان ص ۶۷

اقسام کے طعام سے ان کی تواضع کی جاتی تھی[۱]۔ آپ کی سخاوت کا قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ مہمانوں کی تعداد میں جتنا اضافہ ہوتا آپ اتنا ہی زیادہ خوش و خرم نظر آتے۔ حد درجہ بے تکلف، متواضع اور خاکسار تھے۔ اور جب کھانے کا وقت آتا تو باوجود اتنی عظمت شان کے بہ نفس نفیس کھڑے ہو کر بلاناغہ تقسیم طعام کی نگرانی فرمایا کرتے تھے[۲]

شانِ بے نیازی آپ ایک بے نیاز اور مستغنی المزاج انسان تھے۔ مذہبی معاملات میں شاہانِ وقت کی بھی پرواہ نہ کرتے۔ امراء و سلاطین کے ساتھ ربط و تعلق قائم تھا۔ مگر جب کبھی اس تعلق کا دین کی راہ میں رکاوٹ بننے یا کسی تعلق دار کی اصلاح کے خلاف واقع ہونے کا ذرہ بھر بھی احتمال ہوتا تو آپ فی الفور سخت تنبیہ فرماتے۔ ایک بار جب احمد شاہ درانی نے دربار شاہی میں آپ کی حاضری کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے نہایت بے نیازانہ انداز میں یہ جواب ان کو بھیج دیا

اذا جاء الامیر علی باب الفقیر فنعم الامیر
و اذا جاء الفقیر علی باب الامیر فبئس الفقیر[۳]

یعنی جب ایک امیر (دینی مقصد کے تحت) کسی فقیر کے دروازے پر حاضر ہو جائے تو وہ اچھا امیر ہے اور جب کوئی فقیر (دنیاوی مقصد کے پیش نظر) کسی امیر کے دروازے پر حاضر ہو جاتے تو وہ بہت برا فقیر ہے۔

آپ کی صحبت اور نظر و التفات کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی پُر تاثیر نظر عطا فرمائی تھی جس پر مہر کی نگاہ ڈالتے اس کا سینہ انوار و اسرار کا خزینہ بن جاتا اور اس کا دل تجلیات الٰہی سے منور ہو کر ذکر حق جل شانہٗ میں مشغول ہو جاتا۔ آپ کی نظر التفات سے دل کی دنیا یکسر بدل جاتی۔ شکوک و شبہات کے بادل چھٹ جاتے اور غفلت و جہالت کے پردے چاک ہو کر قلب کو بیداری نصیب ہو جاتی۔ آپ اپنی توجہ سے مخلوق خدا کے زنگ آلود قلوب کو ایسا صیقل فرماتے کہ مثل صاف و شفاف آئینہ اس میں نور معرفت کی کرنیں منعکس ہونے لگتیں اور غافل لوگوں کے دلوں کی سرد انگیٹھیوں میں حرارت ذکر کی وہ چنگاری سلگا دیتے جس کی تپش و حرارت سے غیر اللہ کے اثرات جل کر خاکستر ہو جاتے[۴]

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں! (اقبالؒ)

(باقی دارد)

۱؎ نور البیان صد ۴۸،۴۷ ۲؎ ایضاً ۳؎ مناقب از مسعود گل صد ۲۹ ۴؎ مناقب از دادین ص ۴۸، ۱۴۷، نور البیان ۷۷، ۲۲ مناقب از مسعود گل صد ۱۳

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

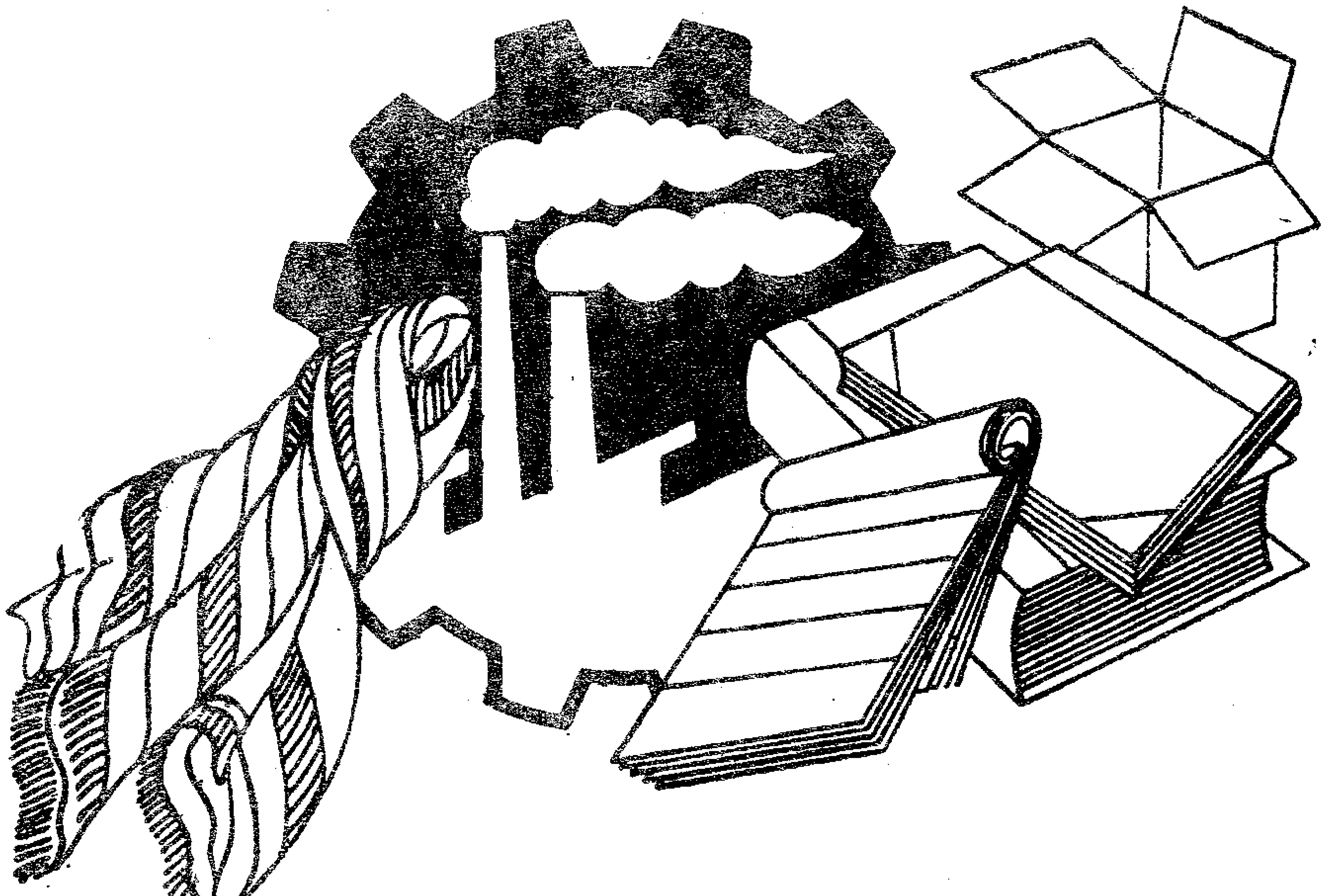

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 H